JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Asif
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 333 6062921

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
muhammadasif12@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 41, Issue No.02

TITLE OF THE PAPER

مذاق دہلوی کی فکاہیہ وطنزیہ شاعری

AUTHOR(S)

* **Prof. Dr. Imtiaz Hussain,** Chairman, Department of Urdu, University of Southern Punjab (USP), Multan
** **Hashim Sher Khan,** Advocate, District Court, DG Khan.
*** **Naina Zahra,** Ph.D Scholar, Department of Urdu, USP, Multan
**** **Bushra Bashir,** M.Phil Scholar Department of Urdu, USP, Multan
**** **Nazia Ansari,** Lecturer, Department of Urdu, USP, Multan

CONTACT

* imtiazhussain@usp.edu.pk
** huzaifaaftab106@gmail.com
*** iamashadbaloch@gmail.com
*** bushrabashir070@gmail.com
***** nazia@usp.edu.pk

HISTORY OF THE PAPER

Received on: Dec 17, 2025
Accepted on: Dec 31, 2025
Published on: Dec 31, 2025

DETAIL(S)

Volume No. 41, Issue No. 02, Page No: 78-101
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2025. ©Journal of Research (Urdu) 2025.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

* ڈاکٹر امتیاز حسین ** ہاشم شیر خان *** نیناں زہرا
**** بشریٰ بشیر *****نازیہ انصاری

مذاق دہلوی کی فکاہیہ وطنزیہ شاعری

The humorous and satirical poetry of Mazaaq Dehlvi

ABSTRACT

Syed Khalil Ahmad Mazāq Dehlvi, about three years after the creation of Pakistan, unexpectedly travelled from Delhi to Dera Ghazi Khan in the last years of the decade of 1950. After arriving in Dera Ghazi Khan, he laid the foundation of humorous and satirical poetry there, and thus gained distinction and prominence by achieving primacy in this genre. Through his humorous poetry, he left very deep and lasting impressions.

A large portion of his early and middle-period work was lost due to lack of preservation and fell victim to the turmoil, chaos, and disturbances during the time of the Partition of Pakistan. Despite best efforts, only three concise handwritten notebooks of his humorous poetry have been recovered, which belong to the period of his stay in Dera Ghazi Khan and Jampur.

With Mazāq Dehlvi's migration to Dera Ghazi Khan, the barrenness of humorous poetry in the region was effectively brought to an end. The unique figure of his era, Mazāq Dehlvi, used to compose independent humorous and satirical couplets extempore in Dera Ghazi Khan, and would receive abundant appreciation from the local people.

KEYWORDS

Poetic Room, Humorous, Satirical, Notebooks, Roof of the Horizon, Insertion, Poetic Gatherings, Roof of Ascent, Grafting, Ornamented, Delicacy, Color and Rhythm, Anguish

اردو زبان کی نشو و نما سے بھی کہیں پہلے طنز و مزاح سماجی رویوں میں اپنی شناخت منوا چکا تھا، جس کا صرف ایک حوالہ ہی مہر تصدیق ثبت ہے، جو ہمیں میر جعفر زٹلی کی یاوہ گوئی سے مل سکتا ہے، جو ابتدأ فارسی بعد ازاں اردو

زبان میں جگہ پاگئی اور جو اُس کے قتل کا موجب بھی بنی۔ یاوہ گوئی اور مثبت مزاح میں فرق کڑواہٹ اور شہد کا سا ہے۔ یاوہ گوئی کو ہم کبھی بھی تہذیبی اقداروں میں جگہ نہیں دے سکتے جب کہ شعری و نثری مزاح لطیف کو اس ترازو میں تولا اور پرکھا جا سکتا ہے، جو پڑھنے اور سننے والے کو اس کے خالق کے فن سے قریب تر کر دیتی ہے اور اُس کے حلق میں رس گھول دیتی ہے۔ رونالڈ فاکسن نے لطیف مزاح نگار کو ایک خرگوش کے ساتھ بھاگتے ہوئے تشبیہ دی ہے(1) جسے دیکھنے والوں کے لبوں میں مسکراہٹ مچلنے لگتی ہے۔ اُس کے اس فکاہیہ اثر و نفوذ سے مسرت اور بہجت کی آبیاری کا بیج معاشرتی رویوں کے ذائقے میں چاشنی کی صورت میں نمو پانے لگتا ہے۔ بقول خاصے: ''جو فرحت بخش آکسیجن کا سا کام دیتی ہے۔''

مشتاق احمد یوسفی کے مطابق:

''عمل مزاح اپنے لہو کی آگ میں تپ کر نکھرنے کا نام ہے۔''(2)

عمل مزاح حیوانی قدروں میں خون کی طرح محسوسات، احساسات اور نفسیات میں لفظوں کی ہیئت میں گردش کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے، مگر لا محدود حیوان ناطقوں میں شومئ قسمت دو چار ایسے حیوان ظریف ہی ممتاز نظر آئیں گے، جن کا فن طوطی بول رہا ہوتا ہے، جس کی ایک مثال ڈیرہ غازی خان کی دی جاسکتی ہے، جہاں فکاہیہ شعری سائبان دیگر دنیائے انسانی بستیوں کے مقابلے میں صدیوں سے بنجر پن کے بیچ کی کثرت کا شکار چلا آرہا ہے۔ ڈیرہ غازی خان کی اردو سنجیدہ شاعری تسبیح کے ان دانوں میں پروئی ہوئی ہے، جس میں ایک بھی دانا فکاہی اور طنزیہ شاعر کے نام کا نہیں ملتا۔ شعری اوطاق میں اس عظیم قحط الرجالی کے تصور میں ہمیں یہاں کی فکاہیہ اور طنزیہ شاعری بانجھ پن میں غوطہ زن دکھائی دیتی ہے۔ اس سے یہ ہویدا ہوتا ہے کہ اگر ماضی میں صرف چند فکاہی اور طنزیہ شاعر ہی پیدا ہو جاتے، جنھیں بنیاد بنا کر فکاہیہ اور طنزیہ شاعری کی تاریخ رقم کی جاسکتی۔ یوں تو ڈیرہ غازی خان ضلع میں ہمیں مطبوعہ سنجیدہ شاعری کا سراغ سر دست 1907ء میں رحمت علی رحمت کی کتاب ''ہمارا امپائر ڈے''(۴) سے ملتا ہے۔ کتاب ملی جلی اردو شعری اور نثری مرقع ہے، جس کے مطالعہ سے شاعر کے متعلق صرف اتنی جانکاری ملتی ہے کہ اُن کا تعلق

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

ڈیرہ غازی خان سے نہیں تھا، اور یہ بھی کہ وہ خود کو داغ دہلوی کے شاگرد گردانتے تھے۔ رحمت علی رحمت لاہور شہر سے بطور مدرس گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول سے ڈیرہ غازی خان کے تاریخی و تہذیبی تدریسی ادارہ گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 میں تبدیل ہو کر آئے تھے اور یہیں دوران تعیناتی ہی انہوں نے اپنی اس شعری قدرے نثری کتاب کی اشاعت کا اہتمام خود کیا تھا۔ ڈیرہ غازیخان میں سینکڑوں سنجیدہ اردو شعری کتب منصۂ شہود پر آچکی ہیں، مگر ہنوز ایک بھی اردو فکاہیہ وطنزیہ شعری کتاب کا وجودی تصور آشکار نہیں ہوتا۔

سید خلیل احمد مذاق دہلوی قیام پاکستان سے تقریباً تین سال بعد 1950ء کے آخری عشرے میں دہلی سے اچانک ڈیرہ غازی خان یاترا ہوئے۔ انہوں نے ڈیرہ غازی خان میں آکر فکاہیہ اور طنزیہ شاعری کی طرح ڈالی اور یوں اس صنف میں اولیت کا شرف حاصل کر کے ممتاز بھی ہوئے۔ انہوں نے اپنی فکاہیہ شاعری میں انتہائی گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ اُن کا ابتدائی اور درمیانی عرصے کا کثیر کلام ان کی عدم حفاظت اور قیام پاکستان کے دوران ہنگاموں اور انتشار کی بھینٹ چڑھ گیا۔ بساط بھر کوشش کے باوجود ان کی تین ہم دست مجمل قلمی فکاہیہ شعری بیاضیں بازیافت ہوئی ہیں، جو قیام ڈیرہ غازی خان اور جام پور کی تخلیقات ہیں۔ مذاق دہلوی کے ڈیرہ غازی خان ہجرت کرنے سے فکاہیہ شاعری کے بانجھ پن کا خاتمہ یقینی ہو سکا۔ یکتائے عہد مذاق دہلوی ڈیرہ غازی خان کے مجرد فکاہیہ اور طنزیہ اشعار کے پُل باندھا کرتے تھے، اور ڈیروی عوام سے خوب داد وصول کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے اس سنجیدہ شعر میں درست کہہ گئے ہیں:

”شہرت کو اپنی ہم تو سمجھتے تھے اک مذاق
لیکن ہماری مانگ سبھی محفلوں میں ہے“

(3)

ڈیرہ غازی خان میں سنجیدہ اردو شاعری کو عروج کمال حاصل تھا۔ اُس عہد زریں میں شفقت کاظمی (4) صادق ایوبی (5) ندیم جعفری (6) اعجاز اکرم (7) عامل متھراوی (8) صوفی بنیاد علی بنیاد (9) عبرت سبحانی (10) مجید تمنا (11) ممتاز علی ممتاز (12) ارشاد نوحی (13) محمد رمضان عطائی (14) اور واقف قادری (15) وغیرہ اپنے

اپنے تخلیقی وفنی احاطے میں ڈیرہ غازی خان کی شعری محافل میں گوہر یکتا تھے۔ان شعرا کرام کی سنجیدہ شاعری بام افق پر رہی، جس کی بدولت نئے رجحانات کے تخلیقی اثرات ڈیرہ غازی خان کی تہذیبی وعلمی فضا میں ثبت ہوتے رہے۔یہ اور بات ہے کہ کوئی بھی نقادان کے تخلیقی سفر کی سر گزشت کو ضرورت اور ان کی فنی حیثیت کے مطابق قلم بند نہ کر سکا۔ڈیرہ غازی خان ایسے دور افتادہ، بے آب وگیاہ اور صحرائی بستی میں بیٹھ کر خاص اثر ونفوذ سے تخلیق ادب کر گئے ہیں۔ڈیرہ غازی خان میں اردو سنجیدہ شاعری اتنی راسخ ہو چکی تھی کہ مذاق دہلوی کے حین حیات میں فکاہیہ اور طنزیہ شاعر دوسرا کوئی بھی منظر عام پر آ سکا تھا، نہ ہی مذاق دہلوی سے قبل کسی فکاہیہ شاعر کا نام صفحہ تاریخ میں ملتا ہے۔شومیٔ قسمت ان کے تلامذہ میں کوئی ایک نام بھی ماضی اور حال میں نہیں ملتا، جو دادِ تخلیق دے سکا ہو۔مذاق دہلوی اپنی فکاہیہ شاعری کے متعلق یہ کہہ گئے ہیں:

”کچھ عادت ہوئی ہے مذاقؔ ایسی واقع
ہے کام اپنا روتے ہوئے کو ہنسانا“

(16)

مذاق دہلوی کی رحلت سے ہی ہنوز فکاہیہ شاعری پھر بانجھ پن کا شکار چلی آ رہی ہے۔

مذاق دہلوی کا اصل نام سید خلیل احمد تھا۔مذاق تخلص کے ساتھ مذاق دہلوی کے نام نامی سے ممتاز ہوئے۔ اُن کا تعلق زیدی سادات گھرانے کے سے تھا۔وہ حکم سید عبد الاحد بن حکم سید خادم علی بن حکیم سید عصمت علی کے ہاں 6 جنوری 1901ء کی صبح صادق قصبہ ایٹہ ضلع یو۔پی (انڈیا) میں پیدا ہوئے تھے۔حکمت ان کے خاندان میں انیسویں صدی سے چلی آ رہی ہے۔مذاق دہلوی کی والدہ سیدہ شکور فاطمہ ان کے والد کی دوسری بیوی تھیں۔دونوں کی شادی 1899ء کے آخری عشرے میں ہوئی تھی۔اُن کی والدہ پلول کے سادات گھرانے کی بیوہ خاتون تھیں، جنھوں نے حکیم سید عبد الاحد زیدی سے دوسری شادی کر لی تھی۔ان کی یہ دوسری بیوی بھی پہلی بیوی کی طرح اپنے پیچھے ایک بیٹا (مذاق دہلوی) اور دو بیٹیاں (سیدہ مشیر فاطمہ، سیدہ ضمیر فاطمہ) چھوڑ کر وفات پا گئی تھیں۔ان کی پہلی بیوی ان کی

دوسری شادی سے قبل اپنے دو بیٹے حکیم سید عزیز احمد زیدی، حکیم سید نذیر احمد زیدی اور دو بیٹیاں چھوڑ کر داغِ مفارقت دے گئی تھیں۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد سلطنتِ مغلیہ کا دور تمام ہوا، اور برطانیہ کی ہندوستان پر بلا شرکت غیرے عمل داری قائم ہو گئی، تو اس دوران حکم عبدالاحد زیدی بمعہ اہل و عیال دہلی منتقل ہو گئے اور دہلی کے نزدیک مضافات میں بھوجلہ پہاڑی پر ایک حویلی خرید کر سکونت اختیار کر لی تھی۔ مذاق دہلوی نے بھی اپنے والد، چچا اور دونوں سوتیلے بھائیوں کی طرح اوائل میں ہی حکمت کا شعبہ اختیار کر لیا تھا، مگر طب کا یہ شعبہ اُن کے مزاج سے ہم آہنگ نہ تھا۔ اُن کے والد کا مطب دہلی میں حکیم اجمل خان کے ہمدرد دواخانہ کے عین سامنے تھا۔ فرصت کے اوقات میں دونوں ایک دوسرے کے مطب میں جا کر حکمت کے اسرار و رموز پر تبادلہ خیال کیا کرتے اور باہمی مشاورت سے پیچیدہ امراض کے رفع کے لیے نسخہ جات کی تیاری اور اس کے باقاعدہ استعمال پر متفق ہو جایا کرتے تھے۔ اسی گہری وابستگی ہی کی وجہ سے مذاق دہلوی کے بڑے سوتیلے بھائی حکیم عزیز احمد زیدی سن صغیر سے ہی حکیم اجمل خان کے ہاں اُن کے مطب میں رہا کرتے تھے، اور یوں وہ ان کے تلامیذ میں شامل ہو گئے تھے۔ حکیم سید عبدالاحد زیدی کے بڑے بھائی اور مذاق دہلوی کے تایا حکیم سید عبدالواحد زیدی مطب میں طبّی نسخوں کی تیاری پر مامور تھے، اور اس میں انہیں انتہائی ادراک حاصل تھا۔ حکیم اجمل خان بعض پیچیدہ امراض کی تشخیص کے لیے اُن سے نسخوں کی تراکیب اور تیاری سے متعلق مشورے بھی لیا کرتے تھے۔ حکیم سید عبدالواحد زیدی لاولد تھے۔

مذاق دہلوی کو کم سنی میں ہی ان کی والدہ اور بہنوں کے ساتھ ایٹہ بھیج دیا گیا تھا، بعد ازاں انہیں دینی تعلیم کی غرض سے بارہرہ شریف ضلع بلند شہر میں داخل کروا دیا گیا تھا۔ اُس وقت بارہرہ شریف کو ہندوستان بھر میں اسلامی علوم و روحانیت میں کافی شہرہ حاصل تھا، جہاں سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اور حضرت شاہ نعیم الدین مراد آبادی جیسے ممتاز مذہبی اکابرین نے بھرپور فیض حاصل کر کے شہرہ حاصل کی تھی۔ اپنی اس دینی تعلیم حاصل کرنے سے متعلق فکاہیہ انداز میں کہتے ہیں:

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

”لوگ ضائع کرتے ہیں چھ چھ برس تعلیم پر
ہم تو اینٹیں تھاپتے ہی بن گئے ہیں مولوی“

(18)

حکیم سید عبدالاحد زیدی کے انتقال کے بعد حکیم عزیز احمد نے اپنے سوتیلے بھائی مذاق دہلوی کو یکسر نظر انداز کر دیا تھااور یوں اُن کی اور اُن کی بہنوں کی کفالت اور سرپرستی سے پہلو تہی ہو گئے۔اس صورت حال کی وجہ سے مذاق صاحب کو نو عمری میں ہی معاش کی پریشانی اور اضطراب نے گھیر لیا تھا،اور یوں فکر معاشی اور تنگ دستی کی وجہ سے انہیں اپنی دینی و دنیاوی تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی۔پہلے پہل انہوں نے بساط خانہ کھولا، مگر کاروبار نہ سنبھل سکا۔اُن دنوں دہلی میں ریلوے لائن بچھانے کے لیے توسیعی سروے ہو رہا تھا، جب تک سروے ہوتا رہا، وہ جز وقتی وہاں کام کرتے رہے، سروے ختم ہوا تو وہ بھی بے روزگار ہو گئے۔پرانے زمانے کے دستور کے موافق مذاق دہلوی نے بچپن سے ہی دینی تدریسی ادارے سے فنِ خطاطی کی تربیت لینی شروع کر دی تھی، جس میں انہوں نے کمال پیدا کر لیا تھا، جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مشہور اخبار ”پرتاب“ سے منسلک ہو کر اس کی کتابت کے فرائض انجام دینے شروع کر دیے۔اس روزگار میں محنت زیادہ اور اجرت انتہائی کم تھی۔اس قلیل آمدنی سے گھر کی کفالت پورے طریقے سے نہ ہو پا رہی تھی، دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ ”پرتاب“ مسلمانوں کے خلاف تھا۔اس لیے اخبار کو خیر باد کہنا پڑا۔ان کے بڑے سوتیلے بھائی اُن کے معاش کے لیے عدم تعاون کا شکار تو تھے ہی، وہ مذاق صاحب کی شادی میں بھی حد درجہ رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ایک طرف بے روزگاری، گھریلو زندگی میں تنگی تُرشی، سوتیلے بھائیوں کا عدم میلان، جب کہ دوسری طرف عمر گزر رہی تھی اور کہیں بھی رشتہ ناطہ نہ ہو پا رہا تھا۔شادی نہ ہونے کے کرب کو انہوں نے ہلکے پھلکے مزاح میں یہ شعر برتا ہے:

”یہ جھگڑے خانگی روکے ہوئے ہیں میری شادی کو
کبھی دادا نہیں آتے اور کبھی نانا نہیں آتا“

(18)

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

قدرت کے کھیل بھی نرالے ہوتے ہیں، جب معاملہ سیدھا ہونے کو آئے تو دیر نہیں لگتی۔ قصبہ بھٹوارہ ضلع میرٹھ کے رہائشی شیخ رحیم الدین کی بیوی اپنی دونا بالغ بیٹیوں عزیز فاطمہ (آٹھ سال) اور کنیز فاطمہ (چھ سال) کو چھوڑ کر وفات پا گئی تھیں۔ اس کے انتقال کے بعد جلد شیخ رحیم الدین نے عقد ثانی کر لیا تھا۔ دونوں یتیم بچیوں کا سوتیلی ماں کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ان کی پھوپھی زبیدہ بیگم، جو عشرت خان کی بیوی تھی، ان یتیم بہنوں کو بھٹوارے سے میرٹھ اپنے گھر لے آئیں، مگر یہ گھرانہ بھی غربت اور کثیر العیالی کی وجہ عشرت خان اور اس کی بیوی پریشان رہتے تھے۔ مذاق دہلوی کے رشتے کی باتیں خاندان میں زیرِ گردش تھیں۔ اس موقع کو غنیمت جان کر عشرت خان نے اپنی بیوی کی بڑی بھتیجی عزیز فاطمہ کا رشتہ انتہائی کم سنی میں مذاق دہلوی کے ساتھ طے کر دیا، جب کہ گنگیرہ ضلع بلند شہر کے شیخ شہاب الدین کے بیٹے غیاث الدین سے دوسری بھتیجی کی شادی طے کر دی، اور یوں صرف نو برس کی عمر میں ہی عزیز فاطمہ کی شادی مذاق صاحب سے ہو گئی۔ اپنی شادی سے فراغت کے بعد مذاق صاحب نے اپنی بڑی بہن مشیر فاطمہ کی شادی مقبول احمد چشتی کے ساتھ کر دی، جو بلند شہر میں ملازمت کرتے تھے، جب کہ دوسری بہن ضمیر فاطمہ کی شادی بھی بلند شہر کے سکونتی آفتاب احمد صدیقی کے ساتھ کر دی، جو شہر کے مشہور گھڑی ساز تھے، جن کی دکان کالی ندی کے پاس اے ون واچ میکر کے نام سے تھی۔

1944ء میں مذاق دہلوی کے ہاں بڑی دعاؤں اور منت مرادوں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جو سوا سال کی عمر میں ہی وفات پا گئی۔ 1946ء میں آزادی کے ہنگاموں اور جلاؤ گھراؤ کے دوران ہی دوسری لڑکی سیدہ اکرام فاطمہ پیدا ہوئیں۔ تین سال بعد 23 مارچ 1949ء میں ایک لڑکے سید انعام الحق زیدی کی پیدائش ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد 1947ء میں مذاق صاحب کے بڑے سوتیلے بھائی حکیم سید عزیز احمد ڈیرہ غازی خان ہجرت کر آئے اور شہر کے بلاک نمبر ۹ میں رہائش اختیار کر لی۔ ان کے ایک بیٹے سید ریاض احمد زیدی محکمہ انہار میں اکاؤنٹنٹ تعینات ہو گئے تھے، جنھوں نے 67-1966 میں اپنی سروس پوری کر لی تھی۔ ڈیرہ غازی خان میں مذاق دہلوی کی پہلی بار آمد بغیر کسی طے شدہ پروگرام کے اتفاقاً اور اچانک ہوئی تھی۔ اُن کے صاحب زادے سید انعام الحق ہمیں بتا رہے تھے:

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

"1950ء کے آخر میں مذاق دہلوی صاحب نے دہلی سے اپنی تنخواہ لی اور ریلوے اسٹیشن پر بلند شہر جانے کے لیے آئے، تو اُس وقت اتفاق سے اندرون ہند گاڑیوں کی آمد و رفت بند تھی۔ بڑے بھائی سے ملنے کے لیے خون کے جوش مارا، اور یوں مونجھ مٹانے کے لیے بغیر کسی کو بتائے آناً فاناً ریل گاڑی میں بیٹھ گئے، جو خصوصی طور پر پاکستان جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ وہ اس میں بیٹھ کر لاہور پہنچے، پھر وہاں سے بس میں سوار ہو کر ڈیرہ غازی خان آ گئے۔ یہاں چند دن قیام کے بعد بھائی کو واپس انڈیا جانے کا بتایا، تو انہوں نے سختی سے منع کر دیا۔ جب بھی مذاق صاحب واپس جانے کا ارادہ کرتے تو وہ انہیں واپسی کی اجازت کسی بھی صورت نہ دیتے، اور یوں وہ ہر بار واپس جانے کے پروگرام کو عارضی طور پر ملتوی کر دیتے۔

ڈیرہ غازی خان میں وہ ہر گز بے کار نہ بیٹھ سکتے تھے، اور یوں انہوں نے اس چھوٹے سے شہر میں اپنے لیے روزگار کی تلاش شروع کر دی۔ اُن دنوں ڈیرہ غازی خان کے سندھ پرنٹنگ پریس سے ہفت روزہ اخبار "بلال" (18) چھپتا تھا، جس میں مذاق صاحب نے مذکورہ اخبار کی کتابت شروع کر دی۔ ایک اخبار کی مکمل کتابت کا معاوضہ آٹھ روپے ملتا تھا، اور یوں اُن کے بتیس روپے ماہانہ بن جاتے تھے، اس طرح بیٹھے بٹھائے فنی خطاطی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لیے روزگار پیدا کر لیا۔ ڈیرہ غازی خان میں رہتے ہوئے انہوں نے ایک سال کا عرصہ گزار دیا۔"

(19)

اپنی شاعری اور کتابت کو مذاق دہلوی ایک شعر میں اپنے جذبات کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"شعر لکھے یا کتابت کرے بیچارہ مذاق
مسئلہ روزی کا ہے جس نے ستا رکھا ہے"

(20)

دوسرے شعر میں اپنی قسمت کا شکوہ طنزیہ انداز میں کر گئے ہیں:

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

”ایک ہم ہیں رہ گئے کاتب مذاق
سب کمشنر ہیں ہمارے ساتھ کے“

(21)

ایک اور شعر میں بھی وہ اپنے کاتب ہونے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

”میں ہوں کاتب آپ بھی تقدیر لکھوا لیجئے
گر یقیں آتا نہیں تحریر لکھوا لیجئے“

(22)

اس دوران پاک وہند کی حکومتوں نے ایک دوسرے کے ملک میں داخلے کے لیے پاسپورٹ کی شرط عائد کر دی تھی، مگر ویزے کی پابندی نہیں تھی۔ پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے مذاق صاحب کسی بھی طرح انڈیا نہ جا سکتے تھے۔ اُس وقت پورے صوبے میں پاسپورٹ کا اجرا لاہور پاسپورٹ آفس سے ہوتا تھا۔ وہ اپنے اہل خانہ کو اکیلے انڈیا نہیں چھوڑ سکتے تھے، اور نہ ہی اُن کے بغیر اُن کا دل ڈیرہ غازی خان میں لگتا تھا، اسی لیے وہ خاصے پریشان اور کرب میں مبتلا رہتے تھے۔ ایک دن وہ کسی کام کے سلسلے میں ڈیرہ غازی خان کی ضلع کچہری میں چلے گئے، جہاں وہ ایک ضلعی انتظامی افسر کے دفتری کمرے کے آگے سے گزرے، تو ان کا ایک نائب قاصد دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا اور مذاق صاحب سے کہنے لگا کہ آپ کو صاحب بلا رہے ہیں۔ یہ اے ڈی ایم (ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) حمید الدین صبرؔ تھے، جن کا تعلق اورنگ آباد ضلع بلند شہر یو پی سے تھا۔ وہ دونوں پرانے شناسا تھے۔ مذاق صاحب اپنے آبائی ضلع بلند شہر دہلی میں خاصے جانے پہچانے جاتے تھے۔ دونوں بڑے تپاک سے ملے، بعد ازاں اے ڈی ایم انہیں اپنی جز وقتی سرکاری رہائش گاہ لے گئے، جہاں مذاق صاحب نے انہیں اپنی تمام سرگزشت بیان کی اور نئی حکومتی پالیسی کے تحت پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا، جس پر اے ڈی ایم حمید الدین صبر نے انہیں تسلی دی اور ہر طرح سے امداد کرنے کا یقین دلایا۔ مذاق صاحب اکثر اوقات ملاقات کرنے ان پاس چلے جاتے۔ حمید الدین خود بھی

شاعر تھے اور ان کا تخلص صبر تھا۔ وہ کبھی کبھار مذاق دہلوی کی دعوت پر ڈیرہ غازی میں منعقدہ مشاعروں میں بھی شاعر کے طور پر شرکت کیا کرتے تھے۔ مذاق صاحب کے صاحب زادے سید انعام الحق زیدی بیانی تھے کہ :

"اے ڈی ایم حمید الدین صبر بنیادی طور پر مذاق صاحب کے تلامیذ میں شمار ہوتے تھے۔"(23)

مگر یہ بات کسی بھی طور درست معلوم نہیں ہوتی، کیوں کہ مذاق صاحب اپنے اس شعر میں "ہمارے ساتھ کے" لکھ کر صرف جان پہچان کی طرف یوں اشارہ کر گئے ہیں کہ :

"ایک ہم ہیں رہ گئے کاتب مذاق
سب کمشنر میں ہمارے ساتھ کے"

(24)

ایک دن دوران ملاقات اے ڈی ایم نے مذاق صاحب سے کہا کہ میں لاہور جا رہا ہوں، تم اپنی چار تصاویر اور پاسپورٹ کے حصول کے لیے ایک عرضی لکھ کر مجھے دے دو، میں آپ کا پاسپورٹ بنوا کر ساتھ لیتا آؤں گا۔ 27 اپریل 1952ء میں اے ڈی ایم نے پاسپورٹ بمعہ ہوائی جہاز کا ٹکٹ لا کر مذاق صاحب کو دے دیا اور یوں وہ 29 اپریل کو دہلی ائیر پورٹ اتر گئے۔ جب وہ اپنے گھر پہنچے تو افسردہ ماحول باغ و بہار ہو گیا۔ عزیز و اقارب اور دوست احباب مذاق صاحب کو تلاش کرتے کرتے اس خدشے اور مفروضے کا شکار ہو کر مایوس ہو گئے تھے کہ شاید بلوائیوں نے انھیں مار دیا ہو گا۔ ان سب نے مذاق صاحب کی فاتحہ بھی پڑھ لی تھی، صرف غائبانہ نماز جنازہ پڑھا جانا باقی رہ گیا تھا جس کا ایک حقیقی اظہار مذاق صاحب اپنے اس شعر میں یوں کر گئے ہیں:

میں تو زندہ ہوں مگر یہ کیا ہوا
میری بیوی فاتحہ دلوا گئی

مذاق دہلوی انڈیا میں تقریباً ایک ہفتہ رہے اور اپنی بیوی اور بچوں کو لے کر بذریعہ ہوائی جہاز 5 مئی 1952ء میں دہلی سے لاہور آ گئے، پھر وہاں سے گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس (جی ٹی ایس) کی بس میں بیٹھ کر سات

مئی کو باضابطہ طور پر ہجرت کر کے ڈیرہ غازی خان پہنچے، اور اپنے بھائی کے پاس رہائش اختیار کی۔ دو چار روز کے بعد اپنے بھائی سے کہا کہ ابھی کلیم مل رہے ہیں، اس لیے مجھے بھی اپنی رہائش کے لیے ایک مکان الاٹ کروا دیں۔ مذاق صاحب کے بھائی نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم اوپر رہائش رکھے ہوئے ہیں اور نیچے والے مکان کے حصے میں تم رہائش رکھے رکھو۔ کیوں کہ میں جیتے جی تم سے جدا نہیں ہونا چاہتا، اور یوں دونوں سوتیلے بھائی اپنی اپنی فیملی سمیت ایک ہی مکان میں ساتھ رہنے لگے، مگر یہ شفقت اور مہربانی عارضی ثابت ہوئی۔ جولائی 1952ء میں حکومت پاکستان نے یہ کلیمنٹ ہمیشہ کے لیے بند کر دی کہ اب کوئی کلیم نہیں ہو گا۔ اس سرکاری اعلان کے بعد مذاق صاحب کے سوتیلے بھائی میں سوتیلا پن جاگ اٹھا۔ ستمبر 1952ء کے پہلے ہفتے میں سوتیلے بھائی نے مذاق صاحب سے کہا کہ آج تمہارے دو بچے ہیں، کل زیادہ ہو جائیں گے، لہٰذا اب اپنے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست کر لو۔ ہجرت کرنے کے باوجود بھی مذاق صاحب دیارِ غیر کی سی زندگی بسر کرنے لگے، بقول شاعر:

”نہ مکان اپنا نہ کوئی معاش کا مدار ہے
وقت گزر رہا ہے ایسا جو دو آتشی تلوار ہے“

(25)

1952ء کے آخر میں اسٹیبلشمنٹ آفیسر نے ڈیرہ غازی خان کا دورہ کیا، تو اُن کے اعزاز میں آباد کار مہاجرین نے آؤٹ ایجنسی ریلوے روڈ پر ایک مشاعرے کا اہتمام کیا، جس میں مذاق صاحب نے بھی شرکت کی تھی۔ انہوں نے اس مشاعرے میں ایک مزاحیہ نظم پیش کر کے اس سنجیدہ محفل شعری کو خوب لوٹ لیا تھا۔ آخر میں انہوں نے لاہور سے آئے ہوئے اسٹیبلشمنٹ آفیسر کو توجہ دلانے کے لیے ایک فی البدیہہ قطعہ سنایا جو حسب ذیل ہے:

”مہاجر بے نوا ہوں اور مکاں ملتا نہیں مجھ کو
ذرا سوچو تو اسے یارو میرا رتبہ کہاں ٹھہرا

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یزداں بن چکا ہوں میں
اُدھر وہ لامکاں ٹھہرا اِدھر میں لامکاں ٹھہرا"

(26)

محولہ بالا قطعہ سے پہلے انہوں نے یہ شعر حاضرین کو سنایا تھا:

"سچ ہے مذاق کرتا ہے دعویٰ جو بار بار
اشعار فی البدیہہ سنانے لگا ہوں میں"

(27)

یہ اول الذکر قطعہ سن کر کمشنر اسٹیبلشمنٹ (آباد کار) نے اپنے ماتحت معاون کو موقع پر حکم دیا کہ انہیں (مذاق صاحب) کو ہر صورت مکان الاٹ کر دیا جائے۔ اگلے ہی دن بلاک نمبر ۵ میں پلاٹ نمبر ۳۶۔اے الاٹ کرتے ہوئے سید خلیل احمد (مذاق دہلوی) کے نام پی ٹی او جاری کر دیا گیا۔ پہلے یہ پلاٹ تیس مرلے پر مشتمل تھا۔ اُس کے خلاف قاضی انوار الحق نے بہاول پور ہائی کورٹ میں پلاٹ کا زیادہ رقبہ ملنے پر رٹ پٹیشن دائر کر دی، جو منظور ہوئی۔ اس طرح تیس مرلے کا پلاٹ کم ہو کر چھ مرلے پر آ گیا۔

مذاق دہلوی جب ہجرت کر کے ڈیرہ غازی خان یاترا ہوئے، تو اس وقت ایک بیوی ایک بیٹی اور ایک بیٹا (ساڑھے تین سال)، اُن کے ساتھ تھے۔ ڈیرہ غازی خان میں پانچ لڑکیاں اور ایک بیٹا سید عرفان الحق پیدا ہوئے۔ مذاق صاحب کے بڑے بیٹے انعام الحق کی شادی 21 اگست 1967ء میں شاہ عبدالقدیر کی صاحب زادی سے ہوئی تھی، اس وقت وہ میٹرک میں زیر تعلیم تھے۔ ان کے پانچ بیٹے سید خادم علی عامر زیدی، سید بلال احمد زیدی، سید احتشام الحق بابر زیدی، سید ریحان الحق زیدی اور سید فرقان الحق زیدی، جب کہ دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ مذاق دہلوی کے دوسرے فرزند سید عرفان الحق کے بھی پانچ بیٹے سید رضوان الحق زیدی، سید فرقان الحق زیدی، سید عبدالاحد عبید زیدی، سید آل محمد زیدی اور سید فیضان الحق زیدی اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ مذاق دہلوی نے تمام حیات اپنے آبائی پیشہ حکمت کو

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

سنجیدہ نہیں لیا۔ شاعری کی طرح معاشیات کو کبھی انہوں نے سنجید گی سے نہیں لیا۔ کبھی کسی اخبار میں کتابت اور صحافت کرتے رہتے تھی کسی کی جز وقتی سیمنٹ کی ایجنسی چلاتے رہے، کبھی کسی سردار کی فیکٹری میں کام کرتے رہے اور کبھی چھوٹے چھوٹے کاموں میں ہاتھ ڈالتے رہے۔ آخری عمر میں سابق کمشنر ملتان عطا محمد خان لغاری (28) کے کاردار بنے رہے، مگر تمام عمر دہلی سے لے کر ڈیرہ غازی خان تک ان کی مالی حالت کمزور ہی رہی۔ اپنی عمر کے آخری دو اڑھائی سال ان کے جسم کا دایاں حصہ فالج زدہ ہو گیا تھا، ایسی ہی مفلوجی میں 8 اپریل 1948ء میں ملک راہی عدم ہوئے۔ اُن کی وفات کے تقریباً پونے دس سال بعد ان کی شریک حیات 4 نومبر 1994ء میں انتقال کر گئیں۔ مذاق صاحب کو قبرستان ملا قائد شاہ میں دفن کیا گیا۔ وارثین کی عدم دلچسپی کام کر گئی اور اب ان کی قبر کا نشان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

مذاق دہلوی نے اپنی فکاہیہ شاعری میں ایک ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جو سادہ فنی اثر و نفوذ تو رکھتا ہے مگر شاعرانہ رنگین بیانی اور لطافت ہے سراسر کوسوں ہے۔ ان کے اشعار سیدھی سادھی نثر کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ ان کا وہ اسلوب سادہ ہے، جس میں فکاہیہ رنگ و آہنگ میں بات کو اپنی بساط سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک نقاد اُن کے شعری محاسن پر اپنی تجزیاتی، تنقیدی اور فنی رائے آسانی سے بیان کر سکتا ہے۔ فکاہیہ شاعری جتنی رنگین بیانی سے مبرا اور تشبیہات و استعادات سے خالی ہو گی، اتنی ہی وہ سادہ، سلاست اور لطافت کا مرقع ہو گی، ایسا طرزِ اظہار نہ پھیکا ہو گا نہ بے مزہ اور نہ ہی خشک، بل کہ موضوع کی مناسبت سے دلچسپ اور چسکے دار ہو گا۔ یہ سب کچھ مذاق دہلوی کی فکاہیہ شاعری میں موجود ہیں، جس سے فکاہیہ ذوق رکھنے والے لطف اٹھائیں گے اور مسکراہٹ ان کے لبوں کو چھونے لگے گی۔ ان کے چند فکائیہ اشعار قاری کی ضیافت طبع کے لیے پیش کیے جاتے ہیں:

”وہ یہ سمجھے کہ اشارہ ہے کہیں جانے کا
میں نے ڈاڑھی کو کھجایا تو برا مان گئے
روز کہتے تھے کوئی کام ہے میرے لائق
میں نے جب گھر پہ بلایا تو برا مان گئے

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

مجھ سے پوچھا کہ محبت کی ہیں رسمیں کیا کیا
میں نے سینے سے لگایا تو برا مان گئے"

(28)

"دانت اپنے نکال کر رکھ دو
لوگ سمجھیں گے مسکراتے ہیں"

(29)

"ہنس رہا ہے شیخ قربانی کا بکرا دیکھ کر
پڑ گیا چسکا اُسے کھالوں کا چندا دیکھ کر
کل صدائیں اٹھ رہی تھیں نعرۂ تکبیر کی
ڈر گئے ہیں رات کو چھوٹا سا چوہا دیکھ کر
دے چکے دفتر میں گو ہم نوکروں کو گالیاں
دل دھڑکنے لگا گیا بیوی کا چہرہ دیکھ کر"

(30)

"بیوی کے شکم میں گر تری برکت نہیں
"نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا"

(31)

”مرے مرنے کا کیوں کرتے ہو صدمہ
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں“

(32)

~~~~~~~

”ترے عاشقوں کی جو کھل جائے بھرتی
تو بن جائیں دم بھر میں پلٹن رسالے“

(33)

طنز میں بھی مذاق نے کمال کی ایسی چبھن پیدا کی، جو سادہ اور برجستہ شوخی سے مملو ہے، اور جو قاری کی نفسیات پر خوش گداز اثر ڈالتی ہے۔ان کے طنزیہ اشعار پڑھتے ہی قاری کے لبوں میں دھیمی مسکراہٹ مچلنے اور حلق میں رس گھولنے لگتی ہے۔ مزاج کے ساتھ طنزیہ اشعار کی مرصع سازی سے مذاق نے جو گلشن تیار کیا ہے، وہ کڑواہٹ اور اکتاہٹ کا سامان نہیں، بل کہ قاری کے لیے دلچسپی کا شاہکار ہے۔ چند طنزیہ اشعار مذاق صاحب کی قلمی شعری بیاضوں سے نقل کیے جاتے ہیں:

”پتلون کی تنگی پہ ہے تنقید شب و روز
لیکن وہ غرارے کا نظارہ نہیں کرتے“

(34)

~~~~~~

”ہنس رہا ہے شیخ قربانی کا بکرا دیکھ کر
پڑ گیا چسکا اسے کھالوں کا چندہ دیکھ کر“

(35)

~~~~~~~
~~~~~~~

”میکشوں سے کیوں الجھتے ہیں یہ آخر مفت میں
دخترِ زر حضرتِ واعظ کی ہمشیرہ نہیں“

(36)

~~~~~~~

”ڈاکٹر اقبال کی صورت مجھے تم پوجتے
بد نصیبی ہے کہ مجھ پر کفر کا فتویٰ نہیں“

(37)

~~~~~~

”ہجرت کا اس قدر تو مجھے فائدہ ہوا
برسوں سے ہوں فقیر سے سید بنا ہوا“

(38)

”یقیں ہے شیخ اس کو بھی نہ چھوڑے گا کبھی ہرگز
گدھے کی لید یارو اگر نسوار ہو جائے“

(39)

”میں بھکاری سے مداری بن گیا تو کیا ہوا
ظلم تو یہ ہے مراثی بن گئے سید یہاں“

(40)

”خدمت اسلام کی چلو تم ہی کر لو مذاق
مولوی تو پھنس گئے حلوے کا جلوہ دیکھ کر“

(41)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

مذاق دہلوی کے کلام میں غالب، شیفتہ اور اقبال وغیرہ کے شعری مصرعوں کی تضمینیں بھی وکھرے انداز میں ملتی ہیں، جن میں انہوں نے مزاحیہ اور طنزیہ رنگ آمیزی کی ہے۔ان مشہور مصرعوں کو اپنی فکاہیہ شاعری میں پیوند لگا کر اچھوتا اسلوب پیش کیا ہے۔اُن کے چند اشعار درج کرنے کے قابل ہیں:

"گود میں بیوی کے میری گرتری برکت نہیں
"نقش فریادی ہے کس کی شوخیء تحریر کا"

(42)

"کوئی ترکیب ایسی بھی بتاؤ مجھ کو یارو !
صبیحہ (43) مجھ سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے "

(44)

"ایک انجکشن کے فیض سے یارو
میں بسوئے عدم روانہ ہوا
پھر بھی کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب
"حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"

(45)

"ایک شخص سے یہ کہنے لگے مولوی صاحب
ہستی میں مری عظمتِ اسلام ذرا دیکھ
وہ شخص اٹھا اور یہ کہنے لگا ہنس کر
"دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ"

(46)

مذاق دہلوی کی قلمی شعری بیاضوں میں غالب، اقبال اور ان کے بعد کے شعرا کی غزلوں اور نظموں پر

پیروڈیاں بھی لائق تحسین ہیں، جو سادہ انداز بیان کا مرقع ہیں۔ ’’روح غالب سے معذرت کے ساتھ‘‘ ایک پیروڈی کچھ یوں ہے:

’’پیٹ میں اب مروڑ سا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
فضلِ ربی ہے نام رشوت کا
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
ہم بھی لیٹے پڑے ہیں چوکھٹ پر
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
ہم تو اُلو کی مثل تنہا ہیں
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
ہیجڑوں کی یہ چال کیسی ہے
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
کیوں ہے عینک سفید شیشوں کی
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے
ڈاڑھی والے یہ لوگ کیا جانیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
جیب بھرنے کو پیر صاحب ہوں
میں نہیں جانتا دعا کیا ہے
ان کو سمجھائیں آپ جوتے سے
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

رات کے وقت فلم میں ملنا
اور درویش کی صدا کیا ہے
یوں تو کیا ہے مذاق کا دیواں
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے"

(47)

علامہ اقبال کے "شکوہ" پر مذاق دہلوی نے "جدید شکوہ" کے نام سے جو پیروڈی لکھی ہے، اُس کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

"کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں
ذکرِ فردا نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں
طعنے لوگوں کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
کس لیے آج الیکشن پہ میں خاموش رہوں
جب اسمبلی کے لیے تابِ سخن ہے مجھ کو
یہ بھی سچ ہے کہ سیاست سے لگن ہے مجھ کو
ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
کسی لئے نوٹ نہ دیں آج تو مجبور ہیں ہم
تم نہ گھبراؤ کہ اخلاص سے معمور ہیں ہم
ووٹ لے کر نہ نظر آئیں تو معذور ہیں ہم
وقت پر شکوۂ اربابِ وفا بھی سن لے
ووٹ لینا ہے مجھے میری صدا بھی سن لے"

(48)

علامہ اقبال کے "شکوہ" کے جواب میں لکھی گئی مذاق کی یہ طویل پیروڈی ایک طویل داستان سناتی ہوئی

محسوس ہوتی ہے، جس میں شاعر کی پختگی، فکر اور محب وطنی کھل کر عیاں ہوتی ہے۔ یہ پیروڈی نہ صرف انتہائی دلچسپی کی حامل ہے، بل کہ معاشرے کے درپیش مسائل، اربابِ اختیار کے رویوں، طریقہ کار اور سیاسی معاملات وغیرہ پر خوب طنز کے تیروں کی بارش کی گئی ہے۔ مذاق دہلوی نے سنجیدہ شاعری بھی کی ہے، مگر محدود پیمانے پر جو اشعار کی صورت میں ہیں، اور جنھیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے، چوں کہ سنجیدہ ادب میں ان کا رجحان نہ تھا، اس لیے انھوں نے اس میدان کو کھلا چھوڑے رکھا اور فکاہیہ و طنزیہ شعر و ادب کی آب یاری اور پیوند کاری کرتے رہے۔ یوں وہ سنجیدہ شعری محافل میں واحد فکاہیہ شاعر کے طور پر ممتاز ہوئے۔ اہل شہر احتراماً انہیں سے "چاچائے اردو" کے نام سے پکارتے تھے، جس کا ذکر وہ اپنے دو چار اشعار میں بھی کر گئے ہیں:

"مجھے کہتے ہیں اب چاچائے اردو
سند ہوں آج کل اردو زباں میں"

(49)

حوالہ جات وحواشی

1۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو نثر کے چند مزاح نگار (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، 2012)، ص 9

2۔ مشتاق احمد یوسفی، مجموعہ (لاہور: جہانگیر بکس، اپریل 2010ء)، ص 14

3۔ قلمی دیوانِ مذاق اول، ص 70

4۔ شفقت کاظمی۔ اصل نام فضل الحسن بن سید علی، پیدائش 14 فروری 1914ء ڈیرہ غازی خان، وفات 12 مارچ 1975ء، حسرت موہانی کے شاگرد رشید، چار شعری مجموعے ''نغمہ حسرت، داغِ حسرت، زخمِ حسرت، حسرت کدہ'' کے خالق، ساری زندگی اپنے نام کے ساتھ ''خاکپائے حسرت موہانی'' لکھتے رہے۔

5۔ صادق ایوبی۔ اصل نام صادق حسین، ڈیرہ غازی خانی کے قدیم افسانہ نگار، نثر نگار اور شاعر، ممتاز شاعر ندیم جعفری کے ماموں۔ ہمایوں اور نگار میں چھپتے رہے۔ بلدیہ میں ملازم ہو گئے تھے۔ عمر کے آخری حصے میں ضلع کچہری میں وثیقہ نویسی کو روزگار بنا لیا تھا۔

6۔ ندیم جعفری۔ شعری مجموعہ ''خانۂ زنجیر'' کے خالق۔ افسانہ نگار صادق ایوبی کے بھانجے۔ غزل گو شاعر تھے۔ ان کی کتاب پر مصطفیٰ زیدی نے اس وقت دیباچہ لکھا تھا، جب وہ مری میں ڈپٹی کمشنر تھے۔

7۔ اعجاز اکرم۔ ان کی وفات کے بعد ان کا شعری مجموعہ ''گردِ الم'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ آغا شیر احمد خاموش کے چھوٹے بھائی تھے۔ برصغیر کے ممتاز فلمی شاعر ساحر لدھیانوی ان سے مشورہ شعر و سخن کیا کرتے تھے۔ ان کا تعلق افغانستان کے شاہی شجاع درانی خاندان سے تھا۔ لدھیانہ سے ڈیرہ غازی خان ہجرت کر آئے تھے۔ پہلے ان کا قلمی نام اکرم یوسفی تھا، بعد میں اعجاز اکرم رکھ لیا۔ حمید اختر اپنی کتاب ''احوالِ دوستاں'' میں لکھتے ہیں کہ ''لدھیانہ میں نوجوانوں کا ایک گروہ تھا، جس کے سرخیل ساحر لدھیانوی تھے۔ اس میں اکرم یوسفی (اعجاز اکرم) مرحوم، احمد ریاض مرحوم، ظہور نظر مرحوم کے علاوہ فیض الحسن چوہدری، غلام مرتضیٰ اسحاق (ساقی) اور افسانہ نگار سید انور وغیرہ شامل تھے۔ یہ سبھی لوگ حمید اختر سے سینئر تھے، مگر یہ بے وقوف ان کے گروپ میں شامل ہو گیا۔''

8۔ عامل متھراوی۔ شعری کتاب ''منزلِ الہام'' کے مصنف۔ جو 1955ء میں منظر عام پر آئی تھی۔ جس کے بتیس صفحات ہیں۔ شاعر سلیم فراز کے والد اور کیف انصاری کے استاد تھے۔ قیام پاکستان کے بعد متھرا سے ڈیرہ غازی خان ہجرت کر آئے تھے۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

9۔ صوفی بنیاد علی بنیاد– چھبیس صفحات پر مشتمل نعتیہ کتابچہ ’’عقیدت کے پھول‘‘ کے خالق- قیام پاکستان کے بعد جھجر ضلع روہتک سے ڈیرہ غازی خان ہجرت کی- دورانِ تحریک قیام پاکستان ان کا سولہ سالہ اکلوتا بیٹا دہلی میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گیا تھا۔اس صدمہ جانکاہ نے بنیاد صاحب کو تارک الدنیا بنا دیا اور پھر ان کا رجحان تصوف کی طرف ہو گیا اور صوفی کہلوانے لگے۔ انہیں کشتی سے خاص شغف تھا۔ گھڑا بجانے میں کمال حاصل تھا۔ اسی نسبت سے آل انڈیا ریڈیو میں دس سال ملازمت کرتے رہے۔ قدرت نے ساز کے ساتھ آواز میں بھی شیرینی اور سوز و گداز دیا تھا۔ نعت خوانی کا بھی بے حد شوق تھا۔ حضرت پیر سلامت اللہ سونی پتی کے مرید خلیفہ ہوئے۔ جب تک زندہ رہے، ہر جمعرات کو اپنے پیر و مرشد کا ختم اپنی رہائش گاہ بلاک جے میں منعقد کرواتے تھے۔

10۔ عبرت سبحانی- بائیس صفحات کا اردو شعری کتابچہ ’’باقیاتِ عبرت‘‘ کے مصنف-اصل نام محمد حسین تھا۔ تعلق کرنال (دہلی) سے تھا۔اپنی اس شعری کاوش کے ساتھ ڈیرہ غازی خان ہجرت کر آئے تھے۔ والد کا نام عبدالغنی تھا۔ واجبی سی دنیاوی تعلیم حاصل کی تھی۔1934ء میں کرنال کے ممتاز شاعر فطرت سنڈیری سے زانوئے تلمذ طے کیا تھا۔ ہجرت کے فوراً بعد بلدیہ ڈیرہ غازی خان میں درجہ چہارم کی ملازمت اختیار کی۔ پھر ان کا تبادلہ بلدیہ کی لائبریری میں بطور نگران کتب کر دیا گیا۔انہوں نے اپنی ریٹائرمنٹ تک کتب خانہ کی دیکھ بھال احسن طریقے سے کی۔ کتب کے معاملے میں سخت گیر تھے۔ لائبریری کا کوئی بھی ممبر جاری کردہ کتاب مقررہ تاریخ تک جمع نہ کرواتا، تو اس کے حصول کے لیے اُس کے گھر پہنچ جاتے۔ وہ سابق چیف لائبریرین بلدیہ چوہدری عبدالعزیز گجر کے والد تھے۔’’باقیاتِ عبرت‘‘ پر تقریظ شہرہ آفاق ستارہ فلم جہان آرا بیگم عرف کجن نے لکھی تھی۔ان کی یہ شعری کاوش دہلی میں شائع ہوئی تھی۔

11۔ مجید تمنا۔ کہنہ مشق شاعر-ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ فوڈ کنٹرولر ریٹائر ہوئے تھے۔ان گنت اردو قلمی شعری دیوان یادگار چھوڑے ہیں۔ شاعر وحید تابش کے بڑے بھائی تھے۔

12۔ ممتاز علی ممتاز۔ ہجرتی پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تحصیل دار ریٹائر ہوئے تھے۔ زود گو شاعر تھے۔ ڈیرہ غازی خان میں مشاعروں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ممتاز سیاسی رہنما شبلی شب خیز غوری کے دادا تھے۔

13۔ ارشاد نوحی۔ ممتاز معالج اور شاعر تھے۔ شعر و سخن کی محافل کا انعقاد کیا کرتے تھے۔ ریلوے روڈ پر واقع ایک عوامی پارک انہی کے نام پر رکھا گیا ہے۔

14۔ محمد رمضان عطائی۔ اردو اور فارسی کے شاعر اور صوفی منش انسان تھے۔ علامہ اقبال کا ایک جوابی مکتوب ان کے نام سے منسوب ہے۔ علامہ اقبال نے انہیں اپنی ایک مشہور فارسی رباعی ’’تو غنی از ہر دو عالم من فقیر‘‘ عطائی کی

درخواست پر انہیں تحفتاً عطا کی تھی۔ علامہ اقبال نے وصیت کی تھی کہ اس رباعی کو ان کے کسی بھی فارسی دیوان میں شامل نہ کیا جائے کیوں کہ انہوں نے اسے عطائی کو تحفہ کے طور پر دے دیا ہے۔ گورنمنٹ ہائی سکول نمبر اڈیرہ غازی خان میں ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے تھے۔ عطائی انگریزی کے مدرس تھے۔ وہ روزنامچے لکھا کرتے تھے، جو ایک اہم نجی اور قلمی دستاویز کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے متعلق تمام معلومات ''علامہ اقبال اور ڈیرہ غازی خان'' میں موجود ہیں۔

15۔ واقف قادری۔ تصوف سے گہرا لگاؤ تھا۔ ان کی اردو شعری تخلیق ''یادوں کے دیپ'' کے نام سے 1978ء میں چھپ چکی ہے، جو انتہائی مجمل ہے۔ دیباچہ کیف انصاری نے لکھا تھا، جسے رئیس عدیم پبلشرز منظر عام پر لائے تھے۔ انہوں نے مجرد زندگی گزاری تھی۔

16۔ قلمی شعری دیوانِ مذاق، ص 27

17۔ قلمی شعری دیوانِ مذاق، ص 29

18۔ ہفت روزہ ''ہلال'' کا محمود خان بزدار نے 10 مئی 1951ء میں اجرا کیا تھا، جس کے صفحات چار ہوتے تھے۔ بعد ازاں ان کے بیٹے محمد اشرف خان بزدار اخبار کے ایڈیٹر ہوئے۔

19۔ مذاق دہلوی کے صاحبزادے سید انعام الحق زیدی کے ساتھ ایک نشست بتاریخ 24 اکتوبر 2025ء، بلاک نمبر 5، ڈیرہ غازی خان

20۔ قلمی شعری دیوانِ مذاق، ص 3

21۔ قلمی شعری دیوانِ مذاق، ص 23

22۔ قلمی شعری دیوانِ مذاق، ص 49

23۔ مذاق دہلوی کے صاحبزادے سید انعام الحق زیدی اور پوتے سید فرحان الحق زیدی کے ساتھ ایک نشست بتاریخ 24 اکتوبر 2025ء، بلاک نمبر 5، ڈیرہ غازی خان

24۔ قلمی شعر، دیوانِ مذاق اول، ص 23

25۔ یہ شعر ہاشم شیر خان کا ہے۔

26۔ قلمی شعر، دیوانِ مذاق اول، ص 48

27۔ قلمی شعر، دیوانِ مذاق اول، ص 13

28۔ قلمی شعر، دیوانِ مذاق اول، ص 62

ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 2, Dec 2025

29۔ ایضاً، ص 1

30۔ ایضاً، ص 42

31۔ ایضاً، ص 47

32۔ ایضاً، ص 7

33۔ ایضاً، ص 4

34۔ ایضاً، ص 59

35۔ ایضاً، ص 42

36۔ ایضاً، ص 74

37۔ ایضاً، ص 73

38۔ ایضاً، ص 63

39۔ ایضاً، ص 61

40۔ ایضاً، ص 16

41۔ ایضاً، ص 42

42۔ ایضاً، ص 50

43۔ صبیحہ۔ مذاق دہلوی کی مراد ماضی کی فلم ہیروئن صبیحہ ہے۔ انہوں نے اپنی قلمی شعری بیاض کے صفحات نمبر 3، 17، 20، 55 میں درج چار اشعار میں اس ہیروئن کا ذکر کیا ہے۔ ایک شعر میں تو خود کو صبیحہ کا غلام لکھا ہے۔ کسی دوسرے شعر میں صبیحہ کے ساتھ دوسری فلم ہیروئن نیلو کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں فلم ہیروئن شاعر کی پسندیدہ تھیں۔

44۔ قلمی شعری دیوانِ مذاق اول، ص 17

45۔ ایضاً، ص 47

46۔ ایضاً، ص 49

47۔ ایضاً، ص 65

48۔ ایضاً، ص 44

49۔ ایضاً، ص 12

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/